☆ڈاکٹر حافظ مبشر حسین

فقہائے عراق اور اَحکامی احادیث

صاحبین کی تالیفات کی روشنی میں ایک تنقیدی مطالعہ

یہاں عراقی فقہا سے ہماری مراد حنفی مکتب فکر ہے جس کے بانی امام ابوحنیفہؒ اور مدون ان کے تلامذہ ہیں، ورنہ عراق میں امام ابوحنیفہؒ کے معاصرین میں ایسے اصحاب علم مثلاً ابن ابی لیلیٰ وغیرہ بھی شامل ہیں جو بہت سے مسائل میں ان سے الگ رائے رکھتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ (۸۰۔۱۵۰ھ) اسلامی تاریخ کی ممتاز ترین اور اہل سنت کے ایک فقہی مسلک یعنی فقہ حنفی کی بانی شخصیت ہیں۔ اگرچہ قیاس ورائے کو بروئے کار لانے کے باعث آپ پر دیگر اہل علم کی طرف سے اعتراضات بھی ہوئے، مگر آپ کی دینی خدمات اور امتِ مسلمہ کے بڑے حصے کی طرف سے آپ کی فقہ پر عمل واعتماد کے پیش نظر بلاخوفِ تردید آپ کے خلوص اور للٰہیت کی شہادت دی جاسکتی ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ فقہ حنفی ہمیشہ ایک مقبول فقہی مذہب رہا ہے، حتی کہ عباسیہ دور حکومت، پھر سلطنت مغلیہ اور سلطنت عثمانیہ کے ادوار میں اسے سرکاری سطح پر ملکی قانون کا درجہ حاصل رہا اور آج بھی امت مسلمہ کا ایک بڑا حصہ فقہ حنفی ہی کا پیروکار ہے۔ اس سے جہاں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے فقہی منہج کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، وہاں یہ بات بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ امام صاحب اور آپ کے فقہی منہج پر مختلف پہلوؤں سے اعتراضات بھی کئے گئے۔ یہ اعتراضات آج یا ماضی قریب سے نہیں، بل کہ فقہ حنفی کی تاریخِ آغاز ہی سے ہوتے چلے آرہے ہیں۔

ان ہی اعتراضات میں سے ایک بڑا اعتراض اس بات پر رہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فقہی

☆استاد: ادارہ تحقیقات اسلامی۔ سیکرٹری، نیشنل سیرۃ سٹڈی سنٹر، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

مسائل میں حدیث کو خاص اہمیت نہیں دیتے تھے یا تو اس لئے کہ ان کے پاس حدیث کا ذخیرہ کم تھا، یا اس لئے کہ وہ حدیث کے مخالف تھے اور حدیث کے برعکس قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔(۱)

امام صاحب پر کئے جانے والے اعتراضات بنیادی طور پر تین طرح کے ہیں، جن کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جائے گی اور اس کے بعد ان اعتراضات کی کمزوری پر روشنی ڈالی جائے گی۔

پہلا اعتراض: ضعیف فی الحدیث

آپ کو ضعیف فی الحدیث کہا گیا۔ ایسے چند اقوال ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

قال عبد الله بن احمد سمعت ابی یقول: حدیث ابی حنیفة ضعیف ورأیه ضعیف(۲)

احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) یقول: ابو حنیفةؒ یکذب(۳)

قال ابو اسحاق الجوزجانی(م۲۵۹ھ) ابو حنیفة لا یقنع بحدیثه ولا برایه (۴)

ابو قطن عمرو بن هیثم (م۱۹۸ھ) یقول: کان (ابو حنیفة) زَمِناً فی الحدیث(۵)

اسی طرح امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام نسائی، امام ابوداؤد وغیرہ نے امام ابوحنیفہؒ سے کوئی روایت نہیں لی، بل کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ''قال بعض الناس،، کہہ کر امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے کافی اختلاف کیا ہے اور اپنی ''التاریخ الکبیر،، (ج۸ص۸۱) میں امام صاحب کو مرجیہ قرار دیا ہے۔(۶)

اسی طرح امام نسائی نے اپنی کتاب ''کتاب الضعفاء والمتروکین، میں امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ رائے دی ہے:

لیس بالقوی فی الحدیث(۷)

محدث ابن حبان (م۳۵۴ھ) نے جو حنفی مکتب فکر سے خاصا اختلاف رکھتے اور حنفی اہل علم سے مناظرے بھی کرتے تھے امام ابوحنیفہ کے خلاف تین کتابیں لکھیں جن میں سے ایک کا نام مثالب ابی حنیفة، اور دوسری علل مناقب ابی حنیفة ہے۔ آپ نے بھی امام صاحب پر سخت تنقید کی

ہے، لکھتے ہیں:

كان (ابو حنيفة) رجلا جدلا ظاهر الورع لم يكن الحديث صناعته حدث بمائة و ثلاثين حديثا، ماله حديث فى الدنيا غيرها، أخطأ منها فى مائة وعشرين حديثا، اما ان يكون اقلب اسناده او غير متنه من حيث لا يعلم فلما غلب خطؤه على صوابه استحق ترك الاحتجاج به فى الاخبار ومن جهة اخرى لا يجوز الاحتجاج به لانه كان داعيا الى الارجاء والداعية الى البدع لا يجوز ان يحتج به عند ائمتنا قاطبة...... (۸)

اسی طرح محدث دار قطنی (۳۰۶۔۳۸۵ھ) نے بھی امام صاحب کو ضعیف فی الحدیث قرار دیا ہے۔(۹)

دوسرا اعتراض: قلتِ روایتِ حدیث

ابن حبان کے حوالے سے پیچھے یہ بات گزر گئی ہے کہ ان کے بہ قول امام صاحب نے صرف ۱۳۰ حدیثیں روایت کی ہیں۔

حفص بن غیاث (م ۱۹۴ھ) سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا:

لم يكن له علم بآثار من مضى (۱۰)

ان ہیں تو احادیث و آثار کا علم ہی نہیں تھا۔

نیز کہتے ہیں کہ میں ابوحنیفہؒ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا، بعض اوقات وہ ایک ہی دن میں پانچ مختلف قول اختیار کرتے تو میں نے ان ہیں چھوڑ دیا اور طلب حدیث میں مشغول ہوگیا۔(۱۱)

اسی طرح ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں لکھا ہے کہ حجازیوں کی نسبت عراقیوں کے پاس حدیث کا ذخیرہ کم تھا۔

اهل الحجاز اكثر رواية للحديث من اهل العراق لان المدينة دار الهجرة ومأوى الصحابة...... (۱۲)

بہ طور دلیل یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حدیث کے سلسلے میں دیگر ائمہ

بالخصوص محدثین کی طرح کوئی تصنیف پیش نہیں کی ،لہٰذا یہ ان کے قلیل الروایۃ ہونے کا ثبوت ہوا۔

تیسرا اعتراض: قیاس ورائے کو حدیث پر ترجیح

امام صاحب کے حوالے سے ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ کے ہاں قیاس ورائے کو حدیث پر ترجیح دی جاتی تھی ۔ یہ اعتراضات مسلمان اہل علم ہی کے اٹھائے ہوئے نہیں ،بل کہ بہت سے مستشرقین نے بھی اس سلسلے میں ان کی ہم نوائی کی ہے۔نیز یہ اعتراضات آج یا ماضی قریب سے نہیں ،بل کہ فقہ حنفی کی تاریخِ آغاز ہی سے ہوتے چلے آرہے ہیں۔اعتراضات کرنے والوں میں بعض بڑے محدثین کا نام بھی لیا جا سکتا ہے مثلاً

امام اوزاعی (۸۸۔۱۵۷ھ) اس حوالے سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

انا لا نَنْقَم علی ابی حنیفة الرأی، کلنا نری، انما نَنْقَم علیه انه یذکر له الحدیث عن رسول اللهﷺ فیفتی بخلافه (۱۳)

امام ترمذی نے اپنی سنن میں صلاۃ الاستسقاء کے باب میں نمازِ استسقا میں چادر بدلنے کے مسئلے میں ایک حدیث ذکر کی ہے اور اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ نہ نمازِ استسقا پڑھی جائے گی اور نہ چادر بدلنے کی ضرورت ہے،البتہ ایسے موقع پر صرف دعا مانگی جائے گی تو اس رائے پر امام ترمذی امام ابوحنیفہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ خالف السنۃ۔یعنی ابوحنیفہؒ نے سنت کی مخالفت کی ہے۔(۱۴)

حماد بن سلمہ کہتے ہیں:

ان ابا حنیفة استقبل الآثار والسنن یردها برأیه (۱۵)

ابن ابی شیبہ جو امام بخاری وامام مسلم وغیرہ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں،نے اپنی 'مصنف، میں امام ابوحنیفہؒ کے رد میں ایک باب قائم کیا جس کا عنوان ہے:

هذا ماخالف به ابوحنیفة الاثر الذی جاء عن رسول اللهﷺ

اس باب کے تحت انہوں نے تقریباً ایک سو پچیس ایسے مسائل کی نشان دہی کی ہے جن میں ان کے بہ قول امام صاحب کی رائے حدیث کے خلاف ہے۔

اسی طرح معاصرین میں سے علامہ اقبالؒ نے اپنے ایک خطبے The Principle of Movement in the Structure of Islam میں امام ابوحنیفہؒ کے حوالے سے یہ دعویٰ

کیا ہے کہ انہوں نے اپنی فقہ کی بنیاد احادیث پر نہیں رکھی، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

It was perhaps in view of this that Abu Hanifah, who had a keen insight into the universal character of Islam, made practically no use of these traditions. The fact that he introduced the principle of Istihsan, i.e. juristic preference, which necessitates a careful study of actual conditions in legal thinking, throws further light on the motives which determined his attitude towards this (16)source of Muhammadan Law.

مذکورہ بالا اعتراضات کی حقیقت

۱۔ پہلے اعتراض کی حقیقت

جہاں تک امام ابوحنیفہؒ پر کئے گئے اعتراضات کا مسئلہ ہے، تو اس سلسلے میں واضح رہے کہ ایسے اعتراضات کا بڑا حصہ یا تو غلط فہمیوں یا معاصرانہ چشمک اور فقہی و مسلکی تعصب پر مبنی ہے یا پھر وہ غیر مستند ہے یا دوسرے لفظوں میں کم زور سندوں کے ساتھ مروی ہے، جیسا کہ اس کی کچھ مثال تانیب الخطیب (از قلم: علامہ زاہد الکوثری) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ نیز آپ کے بارے میں جہاں جرح کے کلمات ملتے ہیں وہاں تعدیل بھی کچھ کم نہیں۔ خطیب بغدادی نے اپنی ''تاریخ بغداد،، کی تیرھویں جلد میں امام ابوحنیفہؒ کے فضائل وتعدیل اور آپ پر کی گئی جرح دونوں پہلووں پر موجود مواد کو تفصیل کے ساتھ جمع کردیا ہے۔

امام مالکؒ کی طرف بھی کچھ ایسے اقوال منسوب ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی امام ابوحنیفہ پر جرح کی ہے مگر ان منسوب اقوال کی غلطی اس سے واضح ہوسکتی ہے کہ امام محمدؒ امام مالک کے پاس تین سال تک رہے، اور امام مالک نے ان ہیں خصوصی توجہ اور وقت دیا، اس دوران علمی بحثیں بھی ہوتیں۔ مگر کبھی انہوں نے امام ابوحنیفہ سے عدوات کا کوئی اظہار نہیں کیا بل کہ امام مالک کے پاس ابو یوسفؒ بھی آیا کرتے تھے اور آپ ان سے بھی اچھا ہی برتاؤ کرتے تھے۔

جہاں تک امام احمد سے امام ابوحنیفہ پر جرح کے اقوال مروی ہیں تو اس کی بنیاد حارث بن عمیر ہے، اور حارث بہ ذات خود ایک کذاب راوی ہے۔ نیز امام اوزاعی نے سیر ابی حنیفۃ پر رد و اعتراض کیا مگر امام ابوحنیفہ کو نہ ضعیف فی الحدیث کہا اور نہ منکر حدیث کہا اور نہ ہی امام شافعیؒ

نے کبھی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو یہ الزام دیا۔ امام ابن تیمیہؒ نے رفع الملام عن ائمۃ الاعلام میں اس کی وضاحت کی ہے۔

علاوہ ازیں امام صاحب کی ثقاہت کے حوالے سے یہ دلیل ہی کافی ہے کہ غیر حنفی اہل علم مثلاً رجال کے ماہر حافظ ذہبی، اسی طرح مالکیوں میں حافظ ابن عبد البر اور شافعیوں میں علامہ سیوطی اور حنابلہ میں امام ابن تیمیہ وغیرہ نے آپ کی امامت کو وسعت قلبی سے قبول کیا ہے اور آپ کے فضائل ومناقب پر تفصیل سے لکھا ہے۔

۲۔دوسرے اعتراض کی حقیقت

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ آپ کے ہاں قلت روایت ہے تو یہ اعتراض حقائق کے منافی ہے۔ آپ کی اپنی تصنیفات تو موجود نہیں تاہم آپ کے شاگردوں کی تصنیفات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر یہ جائزہ لیا جائے کہ کوئی مکتب فکر میں احکامی احادیث کا کس حد تک ذخیرہ موجود ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں عراقیوں کے پاس حجازیوں سے کم ذخیرہ حدیث نہیں تھا۔ ذیل میں اسی سلسلے میں ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

امام ابو یوسف کی تصنیفات میں ذخیرہ حدیث

امام ابو یوسفؒ، یعقوب بن إبراہیم بن حبیب الانصاری الکوفی البغدادیؒ راجح قول کے مطابق سن ۱۱۳ہجری/ ۷۳۱عیسوی میں کوفے میں پیدا ہوئے اور سن ۱۸۲ہجری/ ۷۹۸عیسوی میں وفات پائی۔ آپ نے پہلے علم حدیث وروایت میں مہارت حاصل کی، پھر آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی شاگردی اختیار کر لی اور ان کے نمایاں شاگرد کی حیثیت سے مشہور ہوئے، اور امام صاحبؒ کے فقہی مذہب کو پھیلانے والے آپ ہی پہلے شخص ہیں۔ آپ بہت بڑے فقیہ اور حفاظ محدثین میں سے تھے۔ آپ خلیفہ مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے ادوار حکومت میں بغداد کے قاضی رہے اور ہارون الرشید کے عہد حکومت میں اسی منصب پر وفات پائی۔ آپ اسلامی تاریخ میں وہ پہلے فرد ہیں جنہیں قاضی القضاۃ کہا گیا بل کہ آپ کو قاضی قضاۃ الدنیا بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نے سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کے منہج کی روشنی میں اصول فقہ پر کتابیں لکھیں۔ آپ تفسیر، مغازی اور ایام عرب (تاریخ) کے بارے میں بھی بہت وسیع معلومات رکھتے تھے۔

آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱۔کتاب الخراج (مطبوع)
۲۔الآ ثار (مطبوع) اسے مسند اَبی حنیفۃ بھی کہا جاتا ہے۔
۳۔النوادر
۴۔اختلاف الامصار
۵۔ادب القاضی
۶۔الامالی فی الفقہ
۷۔الرد علی مالک بن اَنس
۸۔الفرائض
۹۔الوصایا
۱۰۔الوکالۃ
۱۱۔البیوع
۱۲۔الصید والذبائح
۱۳۔الغصب والاستبراء
۱۴۔الجوامع

مؤخر الذکر کتاب چالیس حصوں میں تھی جو یحییٰ بن خالد برمکی کے لیے آپ نے لکھی تھی۔ اس کتاب میں آپ نے اختلافی مسائل کی نشان دہی اور ان میں اپنی فقہی رائے کا اظہار کیا تھا۔(۱۷)

- ابن ندیم نے آپ کی تصنیفات میں یہ کتابیں بھی شمار کی ہیں:

۱۵۔کتاب الصلوٰۃ
۱۶۔کتاب الزکاۃ
۱۷۔کتاب الصیام
۱۸۔کتاب الحدود۔(۱۸)

مشہور محقق ابوزہرۃ نے اپنی کتاب ابو حنیفہ، حیاتہ وعصرہ میں امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ کا تعارف کرواتے ہوئے ابو یوسفؒ کے بارے میں ابن الندیم کے حوالے سے ان کی تصنیفات کا ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ ابن الندیم آپ کی کچھ تصنیفات کا ذکر نہیں کر سکے، حال آں کہ یہ

تصنیفات خود ہم نے دیکھی ہیں۔ ان میں امام ابو حنیفہؒ کی آرا کو نقل کیا گیا ہے، اور ان کے دفاع میں لکھا گیا ہے۔ ان کتابوں میں کتاب الآثار، اختلاف ابن ابی لیلیٰ، الرد علی سیر الاوزاعی اور کتاب الخراج شامل ہیں۔ (۱۹)

آئندہ سطور میں آپ کی مطبوعہ کتب میں موجود احادیث کے حوالے سے کچھ تذکرہ کیا جائے گا۔

ا۔ الآثار (مسند ابی حنیفۃؒ)

امام ابو یوسفؒ کی تصنیفات میں سے ایک الآثار ہے اور اسے مسند أبی حنیفۃ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کے ۲۶۷ صفحات پر مشتمل ہے اور بیروت وغیرہ سے شائع ہو چکی ہے۔ (۲۰)

اس کتاب الآثار کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ فقہائے حنفیہ کے ہاں اسے احکامی احادیث کا مصدر شمار کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس کتاب میں امام ابو یوسفؒ نے ان سب روایات کو جمع کر دیا ہے جو انہوں نے اپنے شیخ امام ابو حنیفہؒ سے سنی ہیں اور جن سے انہوں نے اپنے فقہی مسائل میں استدلال کیا ہے۔ یہ کل ۱۰۶۷ حدیثیں ہیں جن میں مرفوع، موقوف، مقطوع اور متصل و منقطع وغیرہ ہر طرح کی احادیث شامل ہیں۔

راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق اس کتاب میں کل ۱۰۶۷ روایات میں سے ۲۲۱ مرفوع احادیث ہیں اور ۳۳۰ موقوف احادیث (آثار) ہیں۔ اس کے علاوہ باقی تعداد تابعین کے آثار کی ہے۔

۲۔ کتاب الخراج

کتاب الخراج آپ کی باقی کتابوں کی نسبت ضخیم کتاب ہے۔ یہ دراصل خلیفہ ہارون الرشید کے ایما پر لکھی گئی تھی اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نظم الدول بالخصوص مالیاتی نظام اور اس سے متعلقہ بعض ضروری امور کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی خواہش تھی کہ ان ہیں اس سلسلے میں بعض ضروری چیزوں کی تفصیلات مہیا کی جائیں، چناں چہ انہوں نے امام ابو یوسفؒ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور آپ نے یہ کتاب مرتب فرمائی۔ اہل علم نے امام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج کو بڑی اہمیت دی ہے مثلاً معروف محقق ابو زہرہ کتاب الخراج کا تعارف کراتے ہوئے اس کی اہمیت یوں بیان کرتے ہیں:

یہ کتاب قاضی ابو یوسف کا ایک خط ہے جو انہوں نے خلیفہ ہارون الرشیدؒ کے نام لکھا تھا۔ اس خط میں انہوں نے حکومت کے مالی وسائل اور ذرائع آمدن کی تفصیلات پر بڑی دقیق اور عمدہ بحث کی ہے۔ آپ نے اس میں قرآن مجید، احادیث اور صحابہ کے فتاویٰ پر اعتماد کیا ہے۔ (۲۱)

نیز لکھتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر بہترین اور نہایت قیمتی فقہی سرمایہ ہے اور جس دور میں یہ لکھی گئی اس میں اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ (۲۲)

کتاب الخراج اگر چہ فنی طور پر حدیث کی کتاب نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اس میں اَحادیث وآثار بڑی کثرت کے ساتھ روایت کئے گئے ہیں اور ان سے بے شمار مسائل پر استدلال واستشہاد کیا گیا ہے۔ مقالہ نگار کی تحقیق کے مطابق کتاب الخراج میں مرفوع روایات کی تعداد دوسو تیئس ہے اور آثارِ صحابہ یعنی موقوف روایات کی تعداد دوسو ننانوے ہے۔ علاوہ ازیں تابعین سے مروی آثار واقوال اس کے علاوہ ہیں اور محتاط اندازے کے مطابق ان کی تعداد دوسو سے زائد ہے۔

۳۔ اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلیٰ

ابن ابی لیلیٰ دراصل کوفہ کی ایک بہت بڑی علمی شخصیت تھی۔ آپ کا نام ونسب یہ ہے: محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ آپ سن ۷۴ ہجری کو پیدا ہوئے اور ۱۴۸ ہجری میں کوفے میں فوت ہوئے۔ آپ مسلسل ۳۳ سال پہلے بنوامیہ کی طرف سے، پھر بنوعباسیہ کی طرف سے، کوفے کے قاضی رہے۔ آپ کا شمار بھی 'اہل الرائے میں ہوتا ہے۔ (۲۳)

امام ابو یوسفؒ پہلے ابن ابی لیلیٰؒ کے پاس حصول علم کے لیے جایا کرتے تھے، نو سال تک یہ سلسلہ تعلیم جاری رہا۔ پھر آپ ابن ابی لیلیٰ کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہؒ کی مجلس علم میں شامل ہو گئے۔ (۲۴)

پھر اس کے بعد ان ہیں یہ بات اچھی لگی کہ وہ ان مسائل کو مرتب کریں جن میں ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کے مابین اختلاف رائے ہے۔ چناں چہ انہوں نے یہ کتاب تصنیف فرمائی۔ امام محمدؒ نے ان سے یہ مسائل اخذ کئیا وران ہیں ابو یوسفؒ کی سند سے روایت کیا، البتہ انہوں نے اس

میں بعض ان مسائل کا اضافہ بھی کر دیا جو انہوں نے ابو یوسفؒ کے علاوہ کسی اور سے سنے تھے۔ اصل تصنیف تو ابو یوسفؒ کی ہے، لیکن تالیف کے اعتبار سے اس کی نسبت امام محمد شیبانی کی طرف کی جاتی ہے۔(۲۵)

اس کتاب کا اسلوب یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ اختلافی فقہی مسائل میں سے کسی مسئلہ کے بارے میں پہلے امام ابوحنیفہؒ کا موقف بیان کرتے ہیں، پھر ساتھ ہی اپنی رائے بھی بتا دیتے ہیں جو بالعموم یہ ہوتی ہے کہ میں بھی اس سے اتفاق کرتا ہوں، پھر آپ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے دلائل بھی بیان کر دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد آپ ابن ابی لیلیٰ کے موقف کی علمی کم زوری واضح کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے موقف کو ترجیح دیتے ہوئے ان کے دلائل اور طرز استدلال بیان کرتے ہیں۔

پوری کتاب کا عمومی اسلوب یہی ہے، مگر بعض جگہ اس اسلوب میں فرق بھی پایا جاتا ہے، مثلاً:

۱۔امام ابو یوسفؒ نے اپنے دونوں اساتذہ (یعنی ابوحنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ) کے اختلافی مسائل کا محاکمہ کرتے ہوئے زیادہ تر فقہی مسائل میں ابن ابی لیلیٰؒ کے موقف کو کم زور ثابت کیا ہے، تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اسی کتاب میں تقریباً ۵۰ سے کچھ زائد مسائل ایسے ہیں جن میں آپ نے ابن ابی لیلیٰ کی رائے کو ترجیح دی ہے اور اگر اس کا کتاب میں شامل کل مسائل سے تناسب بیان کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ کم و بیش ایک چوتھائی فقہی مسائل میں آپ نے ابن ابی لیلیٰؒ کے موقف کو ابوحنیفہ کے موقف پر ترجیح دی ہے۔(۲۶) جن مسائل میں آپ نے ابن ابی لیلیٰ کے موقف کو ترجیح دی ہے ان میں سے پانچ مسئلے ایسے ہیں جن میں آپ نے بعد میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے کی طرف رجوع کر لیا تھا۔(۲۷)

۲۔ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے موقف کو جہاں بھی ترجیح دی ہے، ساتھ اس کے دلائل بھی پیش کئے ہیں مگر بعض مسائل میں ابوحنیفہؒ کو ترجیح تو دی ہے مگر ان کے مستدل کو ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی دلیل پیش کی ہے۔(۲۸)

۳۔بعض مسائل میں آپ نے کسی کو ترجیح نہیں دی بل کہ سکوت اختیار کیا ہے۔(۲۹)

۴۔اس کتاب میں زیادہ تر وہی مسائل بیان ہوئے ہیں جن میں دونوں اماموں کا اختلاف ہے جیسا کہ کتاب کے نام سے بھی واضح ہے، مگر ابو یوسفؒ نے ساتھ ساتھ کچھ ایسے مسائل کی نشان

دہی بھی فرمائی ہے جو دونوں ائمہ کے درمیان متفق ہیں۔ (۳۰)

خلاصہ یہ کہ اس کتاب میں بھی احادیث و آثار کا ایک اہم حصہ موجود ہے، تاہم ابھی تک مقالہ نگار ان ہیں شمار نہیں کر سکا۔

۴۔ الرد علی سیر الاوزاعی

امام ابو یوسفؒ کی یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے۔ سن ۱۳۵۷ ہجری میں یہ کتاب پہلی مرتبہ درمیانی ضخامت کے کم و بیش ۱۴۰ صفحات پر مشتمل، لجنۃ احیاء المعارف النعمانیۃ (ہند) کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ پاکستان سے اس کی طباعت ۱۴۲۱ ہجری میں ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی سے ہوئی۔

امام ابو حنیفہؒ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ اپنے تلامذہ کو مختلف علوم املا کرایا کرتے تھے۔ آپ نے سیر پر بھی اپنے تلامذہ کو ایک کتاب املا کرائی تھی۔ ان میں سے کسی تلمیذ غالباً امام محمدؒ، کا لکھا ہوا نسخہ امام اوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) جو اپنے وقت میں دیار شام کے سب سے بڑے فقیہ تھے، تک پہنچا تو انہوں نے کہا:

> اہل عراق کو اس فن میں کیا درک! انہیں تو سیر کا علم ہی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے غزوات عراق میں نہیں بل کہ شام اور حجاز میں پیش آئے تھے۔

پھر امام اوزاعیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی سیر کے رد میں کتاب لکھی اور اس کے جواب میں مذکورہ بالا کتاب لکھی گئی۔ (۳۱)

اس کتاب میں امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کے مابین کچھ اختلافی مسائل میں نقد و محاکمہ کیا ہے۔ اسلوب یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ سیر سے متعلقہ کسی مسئلے کے بارے میں پہلے امام ابو حنیفہؒ کا موقف بیان کرتے ہیں، مگر دلائل کی تفصیلات پیش نہیں کرتے، پھر امام اوزاعی کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں اور ان کے دلائل بھی بیان کر دیتے ہیں اور پھر امام ابو حنیفہؒ کے موقف کو ترجیح دیتے ہوئے ان کے دلائل بیان کرتے ہیں اور امام اوزاعی کے پیش کردہ دلائل کا عقلی و نقلی دونوں طرح کے دلائل سے رد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں دونوں طرف سے پیش کی جانے والی دلیلوں جن میں زیادہ تعداد احادیث و آثار کی ہے، پیش کی گئی ہیں۔

علاوہ ازیں اس کتاب میں حدیث و سنت سے استدلال کے سلسلے میں کچھ اصولی مباحث

بھی ہیں جن کی وجہ سے اس کتاب کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، اس لئے کہ وہ اصولی مباحث امام ابو یوسفؒ کی دیگر مطبوعہ کتب میں نہیں ملتے۔

امام محمد کی تصنیفات میں ذخیرہ حدیث

امام محمد بن حسن شیبانیؒ دوسری صدی ہجری کی تیسری دہائی کے آغاز میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخ ولادت کے سال کی حتمی تعیین کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کے بہ قول آپ ۱۳۱ھ میں، بعض کے بہ قول ۱۳۲ھ میں، بعض کے بہ قول ۱۳۳ھ اور بعض کے بہ قول ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور سن ۱۸۹ ہجری کو وفات پائی۔ (۳۲)

امام محمد شیبانیؒ دوسری صدی ہجری کی اہم ترین فقہی شخصیت ہیں۔ آپ کو ایک طرف امام ابو حنیفہؒ اور قاضی ابو یوسفؒ کے واسطے سے عراقی فقہ حاصل کرنے اور فقہائے عراق کی فقہی روایت کا امین و جانشین بننے کا شرف نصیب ہوا، دوسری طرف امام مالکؒ کی شاگردی اختیار کر کے حجازی فقہ سیکھنے کا موقع ملا اور تیسری طرف امام اَوزاعی سے استفادہ کر کے شامی فقہ تک رسائی کا ذریعہ ملا اور یہ بھی آپ کے لیے سعادت کی بات ہے کہ امام شافعیؒ، جو امام احمدؒ کے استاد ہیں، جیسے عظیم الشان فقیہ کا استاد ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ (۳۳)

آپ چوں کہ فقہی طور پر عراقی مکتب فکر سے وابستہ اور ان ہی کے منہج کی پیروی کرتے تھے، اس لئے آپ نے فقہ حنفی کی نمائندگی کرتے ہوئے اس فقہ کو تحریری طور پر مرتب کرنے کی نمایاں کوششیں کیں۔ فقہ حنفی کی اساس آپ ہی کی تحریر کردہ وہ مختلف کتابیں ہیں، جن پر فقہائے حنفیہ نے ہر دور میں اعتماد کیا ہے۔ ان کتابوں کی حتمی تعداد کے بارے میں اختلاف کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ آپ نے بہ کثرت کتابیں لکھی ہیں، لیکن آپ کی جو کتابیں ہم تک پہنچ پائی ہیں، وہ بہت تھوڑی ہیں۔ اہل علم بالعموم آپ کی جن دست یاب تصنیفات کا ذکر کرتے ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ الأصل

۲۔ الجامع الکبیر

۳۔ الجامع الصغیر

۴۔ السیر الکبیر

۵۔ السیر الصغیر

۶۔الزیادات۔(۳۴)

امام محمدؒ کی ان مذکورہ بالا کتابوں کو کتب اصول، یا کتب ظاہر الروایۃ، کہا جاتا ہے۔ظاہر الروایۃ اس لئے کہ یہ کتب امام محمدؒ سے ثقہ راویوں نے روایت کی ہیں اور ان کی اسناد یا تو متواتر کے درجے میں ہیں یا مشہور کے درجے میں۔(۳۵)

امام محمدؒ کی ایک تصنیف زیادۃ الزیادات بھی ہے۔اہل علم اسے الزیادات کا تتمہ شمار کرتے ہیں اور اس کے بارے میں یہ رائے دیتے ہیں کہ یہ بعض ان مسائل کا استدراک ہے جو الزیادات میں بیان ہونے سے رہ گئے تھے۔(۳۶)

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ آپ کی کچھ اور تصنیفات بھی ہیں جنہیں کتب اصول یا کتب ظاہر الروایۃ میں شمار نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ ان کے راویوں اور اسناد کا وہ درجہ نہیں جو کتب ظاہر الروایۃ کا ہے۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو ناپید ہو چکی ہیں مثلاً: النوادر، الرقیات، الجرجانیات، الھارونیات۔اور بعض وہ ہیں جو موجود ہیں اور ان میں بھی زیادہ تر وہ کتب ہیں جو صحت نسبت کے لحاظ سے کتب ظاہر الروایۃ کے قریب قریب ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔کتاب الآثار

۲۔اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلیٰ (یہ اصلاً امام ابو یوسف کی تصنیف ہے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے)

۳۔کتاب الامالی

۴۔کتاب الحجۃ رالحجج علی اھل المدینۃ

۵۔کتاب الرد علی اہل المدینۃ۔اس کتاب کے اقتباسات امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الأم میں نقل کئے ہیں اور ان پر نقد کرتے ہوئے اہل مدینہ کا دفاع کیا ہے،مگر علیحدہ سے یہ کتاب موجود نہیں۔بعض اہل علم اسے مستقل کتاب شمار کرتے ہیں مگر بعض اہل علم اسے کتاب الحجۃ انحج علی اہل المدینۃ ہی کا حصہ شمار کرتے ہیں جو ہندوستانی شائع شدہ نسخے میں شامل نہیں ہو سکا ہے۔

۶۔الاکتساب فی الرزق المستطاب۔یہ کتاب امام سرخسیؒ نے اپنی المبسوط میں روایت کی ہے۔(۳۷)

مذکورہ بالا کتب وہ ہیں جن کی امام محمدؒ کی طرف نسبت تصنیف میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ اس کے علاوہ امام محمدؒ کی طرف منسوب کچھ اور تصنیفات بھی ہیں مگر ان کے بارے میں یہ

اختلاف موجود ہے کہ یہ امام محمدؒ کی مؤلفات ہیں یا نہیں۔ یہ درج ذیل کتب ہیں:

۱۔ کتاب الحیل

۲۔ کتاب العقیدہ

۳۔ کتاب الرضاع۔ (۳۸)

اب ذیل میں امام محمد کی مطبوعہ و دست یاب کتب میں موجود احادیث کا ایک جائزہ لیا جاتا ہے۔

۱۔ کتاب الاصل (المبسوط)

امام محمدؒ کی یہ تالیف فقہ حنفی کی اصل الاساس ہے، اسی لیے اسے الاصل کہا جاتا ہے، ورنہ اس کتاب کی جامعیت کی وجہ سے اسے المبسوط بھی کہا جاتا ہے، مگر افسوس کہ اس کتاب کا ایک بڑا حصہ حوادثِ زمانہ کی نظر ہو گیا اور یوں یہ کتاب مکمل شکل میں ہم تک منتقل نہ ہو سکی۔ اس میں کتاب الطہارۃ سے کتاب البیوع تک جو اجزا اہل علم کو مل سکے، وہ لجنۃ الاحیاء المعارف النعمانیۃ (حیدر آباد دکن) سے مولانا ابو الوفا افغانی صاحب کی تحقیق سے چھپے ہیں اور اُوسط درجے کی پانچ جلدوں پر محیط ہیں جن کے کل صفحات کم وبیش دو ہزار پانچ سو بنتے ہیں۔

یہ کتاب الاصل امام محمدؒ کی جامع ترین فقہی کتاب ہے، جس میں انہوں نے فقہ کے ہر موضوع سے متعلقہ سیکڑوں سوالات کے قرآن وسنت اور اجتہاد وقیاس کی روشنی میں جواب دیئے ہیں۔ یہ کتاب ایک خاص فقہی اسلوب میں لکھی گئی ہے اور وہ اسلوب یہ ہے کہ امام محمدؒ کے شاگرد ابو سلیمان الجوز جانیؒ آپ سے فقہی سوالات کرتے ہیں، اور آپ ان کے جواب دیتے ہیں۔ سوال و جواب کا یہ سلسلہ تمام فقہی اَبواب پر محیط ہے اور ہر باب کی ذیل میں سائل نے اتنے سوال کئے ہیں جتنے اس دور کے تناظر میں اس کے لیے ممکن تھے اور امام محمدؒ نے اپنی علمی استعداد کے مطابق ان سب کے جواب دیئے ہیں۔

اس کتاب میں معروضی وتقدیری ہر نوع کے بیسیوں سوالات امام محمدؒ کے شاگرد الجوز جانی آپؒ کے سامنے اٹھاتے گئے اور آپ ان کے جواب دیتے گئے اور ظاہر ہے اس طرح یہ فقہی کتاب معرضِ وجود میں آئی۔ سوال وجواب میں امام محمدؒ کا اسلوب ایک عالم کی طرح جواب دینے کی حد تک محدود ہے، یعنی آپ سائل کے جواب میں اختصار اور جامعیت کے ساتھ اور بعض

اوقات ہاں یا نہ میں جواب دے دیتے ہیں مگر اپنے استدلال کا مأخذ و مصدر (یعنی نصوص یا اجتہاد وغیرہ) بالعموم ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی سائل اس پر اصرار کرتا ہے، البتہ بعض اوقات آپ اپنے ماخذ کی ازخود نشان دہی بھی کر دیتے ہیں اور بعض اوقات خود سائل اپنی وضاحت کے لیے مأخذ کا سوال کر لیتا ہے، بالخصوص جب اسے کوئی شبہ و اعتراض لاحق ہوتا ہے، تو اس کی تشفی و توضیح کے لیے آپ مزید وضاحت کر دیتے ہیں۔

کتاب کے مطالعے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سائل کوئی عامی نہیں بل کہ خود بھی صاحب علم ہے، تاہم سائل کا مقصود یہ نظر آتا ہے کہ وہ اپنے استاد امام محمدؒ سے تمام فقہی مسائل پر حنفی نقطۂ نظر سے رائے لینا چاہتا ہے، تاکہ دلائل کی تفصیلات میں جائے بغیر خلاصۂ کلام نکال لیا جائے اور شاید ایسا اس لئے کیا گیا کہ اس طرح فقہ حنفی کے مسائل کو اختصار و جامعیت کے ساتھ عامیوں کے لیے پیش کرنا مطلوب تھا اور اس مقصد کے لیے امام محمدؒ اور جوزجانیؒ دونوں پہلے سے متفق دکھائی دیتے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں محتاط اندازے کے مطابق کم و بیش ایک ہزار سے زائد احکامی احادیث و آثار موجود ہیں۔

۲۔ کتاب الآثار

جس طرح امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے مروی روایات کو مرتب کیا اسی طرح یہ کام چند دیگر اہل علم کے علاوہ امام محمد نے بھی کیا ہے۔ امام محمد کا یہ کام بھی الآثار کے نام سے معروف ہے۔ اور اس میں مرفوع، موقوف اور مقطوع سب ملا کر کل ۹۱۶ روایات موجود ہیں۔ (۳۹)

۳۔ کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ

یہ امام محمد کی معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ اس میں آپ نے اپنے اور اہل مدینہ کے فقہی مسائل میں اختلافات اور ان کے متعلقہ دلائل پر بڑی تفصیل سے بات کی ہے۔ اس میں آپ نے اپنے شیخ ابوحنیفہ اور ان کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی احکامی احادیث کا ایک بڑا حصہ روایت کیا ہے۔ افسوس کہ یہ کتاب مکمل دست یاب نہ ہو سکی بل کہ غالباً نصف سے کچھ کم حصہ محققین کو دست یاب ہو سکا جو پانچ بڑے سائز کی جلدوں میں ابوالوفاء افغانی صاحب کی تحقیق و حواشی کے ساتھ زینت طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ ہر جلد اوسطاً ۶۰۰ صفحات پر محیط ہے اور ہر صفحے پر اوسطاً تین سے چار

حدیثیں موجود ہیں۔ لیکن ان میں عراقیوں کی مستدل احادیث کے پہلو بہ پہلو حجازیوں کی مستدل احادیث بھی موجود ہیں۔

راقم الحروف کے خیال میں اس نسخے کے ناقص ہونے کے باوجود کم وبیش ایک ہزار سے زائد احکامی احادیث اس میں موجود ہیں۔

۴۔الجامع الکبیر

یہ کتاب صرف فقہی مسائل بتاتی ہے اور دلائل سے تعرض نہیں کرتی، اس لئے اس میں آیات اور احادیث موجود نہیں ہیں۔ تاہم فقہی مسائل بیان کرتے ہوئے امام ابو یوسف اور امام محمد کے پیش نظر دلائل ضرور ہوتے تھے۔ بہ طور ثبوت اس کتاب کے مسائل کا امام محمد کی کتاب الآ ثار، اور الاصل وغیرہ سے تقابل کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ امام سرخسی کی المبسوط اور دیگر کتبِ فقہ حنفی بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ الجامع الکبیر کا بڑا حصہ امام ابو یوسف کی روایت سے ہے۔

۵۔الجامع الصغیر

الجامع الکبیر کی طرح اس میں بھی دلائل ذکر کئے بغیر محض فقہی مسائل سے تعرض کیا گیا ہے۔ اور واضح رہے کہ الجامع الصغیر مکمل ابو یوسف سے روایت کی گئی ہے۔

۶۔زیادات

اس میں وہ فقہی مسائل بیان کئے گئے ہیں جو الجامع الکبیر میں رہ گئے تھے اور ظاہر ہے یہ بھی دلائل کے ذکر سے خالی ہے۔

۷۔زیادۃ الزیادات

اس کتاب میں وہ مسائل ہیں جو زیادات میں بھی نہ آسکے تھے۔ اور اس میں بھی دلائل کا کوئی ذکر نہیں۔

۸۔السیر الصغیر

اس کتاب میں کل ۴۰۰ روایات ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم کے تحقیق و ترجمہ شدہ نسخے کے مطابق پہلے باب، جس کا عنوان مذکور نہیں، میں صرف ۱۳۰ احادیث ہیں۔ پہلی حدیث امام

ابوحنیفہ سے سنداً نقل کی گئی ہے، جب کہ بقیہ احادیث میں سند نہیں۔شاید کتاب کی دیگر احادیث کی بھی یہی سند ہو۔آگے چند موقوف روایات ہیں۔اور اس طرح یہ کل روایات ۴۰ ہیں۔

۹۔السیر الکبیر

اس کا اصل متن مجھے ابھی دست یاب نہیں ہوسکا، البتہ امام سرخسی کی شرح السیر الکبیر کے ساتھ یہ تین جلدوں میں مطبوع موجود ہے۔اس کتاب میں بھی احادیث کا ایک گراں قدر ذخیرہ موجود ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی پہلی جلد کے پہلے نصف یعنی ۱۸۴ صفحات تک ۱۸۲، احادیث موجود ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی سند سے کم احادیث ملتی ہیں (۴۰)۔البتہ اس میں بعض جگہ یہ عبارت ملتی ہے: حدثنا محمد باسنادہ۔اس عبارت سے کون سی سند مراد ہے اس کی وضاحت اصل متن سے ہوسکتی ہے یا حدیث وفقہ کی دیگر کتابوں سے ان روایات کی تخریج کے ساتھ، کیوں کہ امام سرخسی نے حذفِ سند کے ساتھ اس میں اختصار سے کام لیا ہے۔

۱۰۔موَطا محمد

امام محمد کو امام مالک کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہے۔چناں چہ آپ نے امام مالک کی موَطا کو خود بھی روایت کیا ہے۔اور اپنے روایت کردہ نسخے میں آپ نے جابہ جا امام مالک سے فقہی اختلافات بھی کیے ہیں اور اس دوران بعض مواقع پر آپ نے اپنے مکتب فکر کی تائید میں کئی روایات کا اضافہ بھی کیا ہے۔

اس کتاب سے کم از کم یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ حجازیوں کا ذخیرہ حدیث جو موَطا مالک کی شکل میں تھا، دوسری صدی ہجری کے نصف آخر میں عراقیوں کی دست رس میں آچکا تھا۔جب کہ حجازیوں کے پاس عراقیوں کا مکمل ذخیرہ حدیث نہیں تھا۔اس سے یہ دعویٰ خلاف حقیقت یا مبالغے پر مبنی نہیں رہ جاتا کہ فقہ حنفی کے مدون امام محمد کے دور میں عراقیوں کے پاس حجازیوں سے زیادہ ذخیرہ حدیث موجود تھا۔

۳۔تیسرے اعتراض کی حقیقت

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ حنفی مکتب فکر میں رائے کو حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے

یہ اعتراض بھی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ مثلاً اس سلسلے میں محدث ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف میں ایک سو پچیس روایات پیش کر کے جو دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے رائے کو ترجیح دی ہے، اس کا کئی اہل علم نے مدلل جواب دیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ امام صاحب نے اگر ان احادیث کے برخلاف کوئی اور رائے اختیار کی ہے تو اس کی وجہ کچھ اور روایات تھیں جو ان کے ہاں زیادہ مستند حیثیت رکھتی تھیں اور ان روایات کو یہ اہل علم منظر عام پر بھی لائے ہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل کتابیں لائق مطالعہ ہیں:

الدر المنيفة في الرد على ابن ابي شيبة فيما اورده على ابي حنيفة، حافظ عبدالقادر قرشی

الاجوبة المنيفة عن اعتراضات ابن ابي شيبة على ابي حنيفة ، زين الدين قاسم بن قطلوبغا

النكت الطريفة في التحدث عن ردود ابن ابي شيبة على ابي حنيفة، علامه زاهد كوثری

الاتجاهات الفقهية عند اصحاب المحدثين في القرن الثالث الهجری، محمد بلجاجی حسن

اسی طرح خود امام صاحب اور ان کے تلامذہ سے ایسی مثالیں کثرت سے منقول ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں احادیث کے مقابلے میں رائے و قیاس کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ ذیل میں اس سلسلے کی چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے جیسا کہ اَحادیث میں بیان ہوا ہے۔ اس حکم میں مردوں پر قیاس کرتے ہوئے عورتیں بھی شمار سمجھی جانی چاہئیں مگر امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے اس مسئلے میں ایک اَثر صحابی کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا ہے، جیسا کہ ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:

فأما المرأة إذا ارتدت عن الإسلام فحالها مخالف لحال الرجل ، نأخذ في المرتدة بقول عبد الله بن عباسؓ فإن أبا حنيفةؒ حدثني عن عاصم بن أبي رزين عن ابن عباسؓ قال: لا يقتل النساء إذا هن ارتددن عن الإسلام ولكن يحبسن ويدعين إلى الإسلام ويجبرن عليه(۴۱)

اگر عورت مرتد ہو جائے تو اس کا معاملہ مرد کے معاملے سے مختلف ہوگا۔ مرتد عورت کے معاملے میں ہم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے مطابق رائے اختیار کرتے ہیں جیسا کہ ابو حنیفہؒ نے ہمیں بہ روایت عاصم بن ابی رزین، بہ روایت ابن عباسؓ یہ حدیث بیان کی کہ ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ اگر عورتیں اسلام سے مرتد ہو جائیں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا بل کہ انہیں قید کر دیا جائے گا اور انہیں اسلام کی دعوت دی جاتی رہے گی اور اسلام قبول کر لینے پر انہیں مجبور کیا جاتا رہے گا۔

۲۔ کتاب الحجۃ میں روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لینے کے بیان میں (باب الرجل یأکل أو یشرب ناسیا) امام محمدؒ لکھتے ہیں:

اہل مدینہ نے یہ بات کیسے کہہ دی کہ بھول کر کھانے پینے والے پر قضا ہے، جب کہ ہم نے کسی عالم کو یہ کہتے نہیں سنا اور اس بارے میں جو آثار مروی ہیں اور جس پر لوگوں کا اتفاق ہے، وہ یہ ہے کہ جس نے بھول کر کھا پی لیا تو اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔ اور اہل مدینہ جانتے ہیں کہ ان روایات کے ہوتے ہوئے جنہیں کوئی رد نہیں کر سکتا، کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ رائے (قیاس) کو اختیار کرے۔ اور اسی لیے امام ابو حنیفہؒ نے کہا ہے کہ **لولا ما جاء فی ھذا من الآثار لامرت بالقضاء**۔ ''اگر اس مسئلے میں یہ روایات نہ ہوتیں تو میں بھی (روزہ دار کو روزے کی) قضا کا حکم دیتا''۔ (پھر امام محمدؒ اہل مدینہ کا ایک اعتراض اس سلسلے میں نقل کرتے ہیں کہ) اہل مدینہ کہتے ہیں کہ کیا کوئی ایسی چیز ہے کہ اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں عمداً اس کا قصد کرے تو وہ ناقض روزہ ہو اور عمداً اس کا قصد نہ ہو تو پھر وہ ناقض روزہ نہ ہو؟ انہیں کہا جائے گا کہ ہاں ہے اور وہ ایک روایت ہے جسے تم نے بھی ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی کو قے (خود بہ خود) آ جائے تو اس پر قضا لازم نہیں اور اگر وہ عمداً قے کرے تو پھر قضا لازم ہے۔ پس اس مسئلے میں اور اس سے پچھلے مسئلے میں (قیاس کے مقابلے میں) آثار ہی کی پیروی کی جانی چاہیے۔ (۴۲)

صاحبین کی کتابوں میں اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

خلاصہ بحث

مقالہ نگار مذکورہ بحث کو درج ذیل دو نکات کے ساتھ ختم کرنا چاہے گا:

۱۔ مسلمانوں میں قرآن و سنت کے بارے میں ہمیشہ سے یہ اتفاق رائے رہا ہے کہ یہ دونوں مصادر شریعت ہیں، تاہم قرآن مجید مکمل تواتر کے ساتھ نقل و روایت ہوا ہے، جب کہ سنت (احادیث) کا پورا ذخیرہ متواتر نہیں ہے بل کہ زیادہ حصہ آحاد پر مشتمل ہے اور اس میں قبولیت و عدم قبولیت کے معیار یا اصول و ضوابط میں اہل علم کا اختلاف رائے رہا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن اور سنت سے استدلال میں بھی تفاوت فہم پایا جاتا ہے۔ روایات کی صحتِ نسبت اور ان کے فہم کے حوالے سے کئے جانے والے کسی اختلاف کو انکار حدیث کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ خیر القرون کے مکاتب فکر میں حدیث کے حوالے سے پایا جانے والا اختلاف بالعموم اسی نوعیت کا ہے۔

۲۔ یہ بات بدیہی طور پر غلط ہے کہ اسلامی تاریخ میں کسی ایسے فقیہ کو امت کی اکثریت کی طرف سے قبول عام مل جائے جو حدیث کو مصدر قانون تسلیم نہ کرتا ہو۔ اور اگر یہ بات درست ثابت ہو جائے کہ فی الواقع امام ابو حنیفہ اور ان کے ہم مکتب حدیث کو مصدر شرع تسلیم نہیں کرتے تھے تو پھر اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امت مسلمہ کی ایک تہائی اکثریت ہمیشہ سے حدیث کی حجیت کی انکاری رہی ہے، حال آں کہ یہ مقدمہ اور اس کا مذکورہ نتیجہ دونوں ہی قطعی طور پر غلط ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ دیکھئے: مغیث الخلق، ص۳۳ از: امام الحرمین الجوینی۔ البرہان فی اصول الفقہ، ج ۲ ص ۱۷۱، وہی مصنف۔ نیز دیکھئے: حیات امام محمد، ص ۶۶، از: ڈاکٹر محمد دسوقی

۲۔ کتاب الضعفاء الکبیر، للعقیلی، ج ۴ ص ۲۸۵

۳۔ ایضاً، ۲۸۴

۴۔ الکامل: ج ۷ ص ۲۴۷۴۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۴۵۱

۵۔ عقیلی، ج ۴ ص ۲۸۵۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳۔ ص ۱۴۴۰

۶۔ ابوحنیفۃ کان مرجئا سکتوا عنہ وعن رایہ وعن حدیثہ۔ التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۸ ص ۸۱

۷۔ نسائی ۔الضعفاء والمتروکین :ص ۲۳۳
۸۔المجروحین :۳، ۶۱
۹۔سنن دار قطنی :ج ۱ص ۴۳۵۔
۱۰۔جامع بیان العلم :ج ۲،ص ۱۴۵
۱۱۔ایضاً :ص ۱۴۸
۱۲۔ابن خلدون ۔مقدمہ :ص ۲۵۵
۱۳۔السنۃ :ج ۱ص ۲۰۷
۱۴۔سنن الترمذی :باب صلاۃ الاستسقاء
۱۵۔السنۃ :ج ۱ص ۲۱۰
16-THE RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM, ALLAMA MUHAMMAD IQBAL, PP.172,173.
۱۷۔زرکلی ۔الاعلام :ج ۸،ص ۱۹۳
۱۸۔ ابن ندیم ۔الفہرست :ص ۲۵۷
۱۹۔ابوزھرۃ ۔ابوحنیفۃ :حیاتہ وعصرہ :ص ۱۹۷
۲۰۔دیکھیے :ابویوسف ۔کتاب الآثار ۔بیروت ،دارالکتب العلمیۃ
۲۱۔ابوزہرہ ۔ابوحنیفۃ :ص ۱۹۷
۲۲۔ایضاً :ص ۱۹۹
۲۳۔زرکلی :ج ۶،ص ۱۸۹
۲۴۔سرخسی ۔المبسوط :ج ۳۰،ص ۲۳۲
۲۵۔سرخسی ۔المبسوط :ج ۳۰،ص ۲۳۲
۲۶۔مثلاً دیکھئے :ابویوسفؒ، اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلیٰ، ص ۱۰، ۱۳، ۱۷، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸، ۲۹، ۳۴، ۴۲، ۴۶، ۵۶، ۵۷، ۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۲، ۷۴، ۷۶، ۷۸، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۱۰۶، ۱۱۰، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۹، ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۱، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۸۰، ۱۸۴، ۱۹۳، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۱۰۔مقالہ نگار نے اس کتاب کے حرف بہ حرف مطالعہ کے بعد مذکورہ صفحات کی نشان دہی کی ہے

کہ جہاں ایسی مثالیں موجود ہیں جن کا متن میں دعویٰ کیا گیا ہے۔

۲۷۔ یہ کتاب امام محمد نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی تھی، اس لئے ان پانچ میں سے تین مسائل کو تو امام محمدؒ نے اسی کتاب میں ذکر کر دیا ہے، دیکھئے: ابو یوسفؒ، اختلاف ابی حنیفۃ و ابن ابی لیلیٰ، ص۱۵۲، ۱۵۷، ۲۰۰۔ البتہ دو مسئلوں میں آپ کے رجوع کی وضاحت کتاب کے محقق ابوالوفاء افغانیؒ نے حاشئے میں حوالے کے ساتھ بیان کر دی ہے، دیکھئے: ایضاً ص۱۴، ۸۴

۲۸۔ ابو یوسف۔ اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلیٰ، ص،۹، ۱۱، ۱۹، ۲۰، ۲۶، ۲۸، ۵۰، ۵۱

۲۹۔ ایضاً: ص۴۵، ص۱۱۵تا۱۱۹

۳۰۔ ایضاً: ص۱۵، ۱۷، ۵۲، ۶۳، ۲۱۵

۳۱۔ الرد علی سیر الاوزاعی: ص۲۔۴

۳۲۔ تاریخ طبری: ج۳، ص۲۵۲۱۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان: ج۳، ص۳۲۴۔ ابن سعد، ۷/۷۸۔

۳۳۔ ابوزہرہ۔ ابوحنیفۃؒ؛ حیاتہ وعصرہ، ص۲۰۶۔ دسوقی۔ محمد، الامام محمد، ص۱۲۷تا۱۶۱

۳۴۔ حاجی خلیفہ۔ کشف الظنون: ج۱، ص۱۸۱۔ ابن عابدین۔ رسالۃ رسم المفتی: ص۱۶، بہ حوالہ: ابوزھرۃ، ابوحنیفۃؒ؛ حیاتہ وعصرہ، ص۲۰۸

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ دسوقی: ص۲۰۹۔

۳۷۔ دسوقی: ص۲۲۰، ۲۲۱۔

۳۸۔ دسوقی: ص۲۲۸۔

۳۹۔ مطابق: الرحیم اکیڈمی، کراچی۔ ط اول ۱۴۱۰ھ۔

۴۰۔ مثلاً دیکھئے: ص۳۸ ج۱

۴۱۔ کتاب الخراج: ص۱۸۰۔

۴۲۔ کتاب الحجۃ: ج۱، ص۳۹۲